تعلیم الاسلام کالج اولڈسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا ترجمان

ماہنامہ انٹرنیٹ گزٹ

المنار

جلد نمبر : 3 دسمبر 2013ء شمارہ نمبر : 12

ایڈیٹر : مقصودالحق

نائب ایڈیٹر: مبارک احمد صدیقی منیجر : سید نصیر احمد

المنار ہر ماہ باقاعدگی سے جماعت احمدیہ کی مرکزی ویب سائٹ alislam.org پر upload کر دیا جاتا ہے۔ آپ گزشتہ شمارے دیکھنا چاہیں تو Periodicals کے حصّہ میں جا کر ان کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ المنار کو ہمیشہ آپ کی آراء کا انتظار رہتا ہے۔ (ادارہ)

تعلیم الاسلام کالج اولڈسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ
53, Melrose Road, London, SW18 1LX
فون:020 8877 5510 فیکس:020 8877 9987
ای میل:ticassociation@gmail.com

قال اللہ تعالیٰ

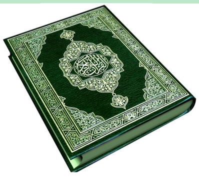

فَتَعٰلَی اللّٰہُ الۡمَلِکُ الۡحَقُّ ۚ وَ لَا تَعۡجَلۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یُّقۡضٰۤی اِلَیۡکَ وَحۡیُہٗ ۫ وَ قُلۡ رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا ﴿۱۱۴﴾ (طٰہٰ:۱۱۵)

پس اللہ بلند شان والا ہے وہی بادشاہِ حقیقی ہے، اور آپ قرآن (کے پڑھنے) میں جلدی نہ کیا کریں قبل اس کے کہ اس کی وحی آپ پر پوری اتر جائے، اور آپ (رب کے حضور یہ) عرض کیا کریں کہ اے میرے رب! مجھے علم میں اور بڑھا دے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

☆علم حاصل کرو خواہ اس کے لئے تمہیں چین جانا پڑے کیونکہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (شعب الایمان جلد ۲ حدیث نمبر ۱۶۶۱۳)

☆آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ جو علم تو نے مجھے سکھایا اس کے ذریعے مجھے نفع پہنچا اور مجھے علم میں بڑھاتا چلا جا۔ (ترمذی، حدیث نمبر 3523)

☆حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: العلمُ سِلاحی، علم میرا ہتھیار ہے۔
(الشفاء، قاضی عیاض جلد اوّل صفحہ 86)

☆آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، سوائے تین اعمال کے ☆صدقہ جاریہ ☆ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں ☆اور نیک اولاد جو میّت کے لئے دعا کرے۔
(مسلم، حدیث نمبر 3084)

کلام الامام

علم وحکمت ایسا خزانہ ہے جو تمام دولتوں سے اشرف ہے۔ دنیا کی تمام دولتوں کو فنا ہے لیکن علم وحکمت کو فنا نہیں۔ پس جو جلدی نہیں کرتا بلکہ فکر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اے اللہ اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھے بصیرت اور معرفت عطا کر وہ اس حکمت کے خزانہ کو محفوظ رکھتا ہے۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۱۰۱)

سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔ جس کو علم نہیں ہوتا مخالف کے سوال کے آگے حیران ہو جاتا ہے۔
(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۱۶۱)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایداللہ تعالیٰ وبنصرہ العزیز

احمدی نے علم ومعرفت کے میدان میں سب سے آگے بڑھنا ہے۔ ذرا سی محنت کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ وعدہ ہے کہ آپ کے فرقہ کے لوگ علم ومعرفت میں ترقی کریں گے۔ تو اس کا بھی فائدہ اٹھانا چاہئے ہمارے ہر ایک طالب علم کو اور جب کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔ ان شاء اللہ۔

(مشعل راہ جلد پنجم صفحہ ۱۲۵)

گہوارۂ علوم تمہارے بنیں قلوب
پھٹکے نہ پاس تک بھی جہالت خدا کرے
پایاب ہو تمہارے لئے بحرِ معرفت
کُھل جائے تم پہ رازِ حقیقت خدا کرے
زندہ رہیں علوم تمہارے جہان میں
پائندہ ہو تمہاری لیاقت خدا کرے
سَو سَو حجاب میں بھی نظر آئے اس کی شان
تم کو عطا ہو ایسی بصیرت خدا کرے

(کلام محمود)

نیکیوں کی ماں

نیکیوں کی ماں اخلاق ہی ہے۔ خیر کا پہلا درجہ جہاں سے انسان قوت پاتا ہے اخلاق ہے۔ دو لفظ ہیں ایک خلق اور دوسرا خُلق۔ خَلق ظاہری پیدائش کا نام ہے اور خُلق باطنی پیدائش کا ۔ جیسے ظاہر میں کوئی خوبصورت ہوتا ہے اور کوئی بہت ہی بدصورت۔ اسی طرح پر کوئی اندرونی پیدائش میں نہایت حسین اور دلربا ہوتا ہے اور کوئی اندر سے مجذوم اور مبروص کی طرح مکروہ۔ لیکن ظاہری صورت چونکہ نظر آتی ہے اس لئے ہر شخص دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے اور نہیں چاہتا کہ بدصورت اور بدوضع ہو۔ مگر چونکہ اس کو دیکھتا ہے اس لئے اس کو پسند کرتا ہے اور خُلق کو چونکہ دیکھا نہیں اس لئے اس کی خوبی سے ناآشنا ہو کر اس کو نہیں چاہتا۔ ایک اندھے کے لئے خوبصورتی اور بدصورتی دونوں ایک ہی ہیں اسی طرح پر وہ انسان جس کی نظر اندرونہ تک نہیں پہنچتی اس اندھے ہی کی مانند ہے۔

غرض اخلاقی خوبصورتی ایک ایسی خوبصورتی ہے جس کو حقیقی خوبصورتی کہنا چاہئے۔ بہت تھوڑے ہیں جو اس کو پہچانتے ہیں۔ اخلاق نیکیوں کی کلید ہیں۔ جیسے باغ کے دروازے پر قفل ہو تو دور سے پھل پھول نظر آتے ہیں مگر اندر نہیں جاسکتے لیکن اگر قفل کھول دیا جاوے تو اندر جاکر پوری حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ اور دل و دماغ میں ایک سرور اور تازگی آتی ہے۔ اخلاق کا حاصل کرنا گویا اس قفل کو کھول کر اندر داخل ہونا ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۴۵۳)

مکتوب مبارک حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَ عَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصر

لندن

28-11-13

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے المنار کے ماہ ستمبر اور اکتوبر 2013ء کے شمارے ملے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء ماشاء اللہ ان کی تیاری پر کافی محنت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ جملہ خدمت کرنے والوں کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور اس میگزین کو قارئین کی علمی، روحانی اور اخلاقی تربیت کا بہترین ذریعہ بنائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

خلیفة المسیح الخامس

المنار نیوز لائن

مکرمہ امۃ النور طاہر صاحبہ اہلیہ مکرم مولانا لئیق احمد طاہر صاحب مبلغ سلسلہ انگلستان 25 نومبر 2013 کو بیت المہدی بریڈ فورڈ میں وفات پاگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ مکرم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب کی بڑی بیٹی (اور ایڈیٹر المنار مکرم مقصود الحق صاحب کی ہمشیرہ) تھیں۔ یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ آپ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی ایک سابق طالبۂ علم رہی ہیں اور آپ نے اسی درسگاہ سے ایم اے عربی کی ڈگری حاصل کی اور طلباء و طالبات میں اوّل آئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جس کے بعد مورڈن کے قطعۂ موصیان میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے رحمت اور مغفرت کا سلوک فرمائے، جنت الفردوس میں جگہ دے اور درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

میرا بھروسہ خدا پر ہے جو زندہ خدا ہے!

برٹش آرمی میں اپنی ملازمت کے دوران مصر میں مقیم تھا تو وہاں کے امریکن مشن کے ایک پچھتر سالہ بوڑھے پادری کے ساتھ میری کامیاب گفتگو کے نتیجے میں پندرہ بیس قبطی مسلمان جو بپتسمہ لینے ہی والے تھے عیسائی ہونے سے بچ گئے۔ اپنی اس ناکامی کا بدلہ لینے کے لئے اس پادری نے میرا پیچھا کیا اور میں جس سیکشن میں بطور ہیڈ کلرک ملازم تھا اس کے افسر انچارج کپتان رائٹ سے مل کر اسے اکسایا اور اس بات پر آمادہ کرلیا کہ مجھے سزا دلوا کر واپس ہندوستان بھجوا دیا جائے۔

اس کپتان نے پادری کی بات پر یوں عمل کیا کہ کپتان رائٹ نے مجھے بلانے کیلئے گھنٹی بجائی (میرے لئے 6 گھنٹیاں مقرر تھیں) میرا کمرہ انکے کمرے سے کچھ فاصلے پر تھا۔ میں ابھی اپنے کاغذات تیار کر کے چپڑاسی کو دے ہی رہا تھا کہ کپتان نے گھنٹی بجا کر ایک دوسرے ہیڈ کلرک کو بلا لیا جس کا کمرہ اسکے کمرے کے بالکل قریب تھا۔ چنانچہ میں راستے سے ہی واپس چلا گیا۔ اس پر کپتان موصوف نے میرے خلاف شکایت کردی اور مجھے وارننگ دے دی گئی۔ اس طرح اوپر تلے تین دفعہ شکایت کر کے کپتان نے مجھے تنبیہ دلوائی اور پھر ایک دن سفارش کی کہ میرا کورٹ مارشل کیا جائے۔ اس پر مجھے نظر بند کر دیا گیا۔ جو چارج شیٹ مجھے دی گئی اس میں درج تھا کہ میں نے کپتان رائٹ کی چار دفعہ حکم عدولی کی ہے۔ اور یہ کہ میں فلاں تاریخ کو حاضر ہو کر اپنی صفائی پیش کروں۔ جس روز فیصلہ ہونا تھا اس سے ایک دن قبل کپتان رائٹ نے دفتر میں اعلان کر دیا: کل مسٹر (الحاج عبدالکریم) احمدی (میں نے فوج میں بھرتی ہونے کے بعد ایک شخص کے یہ بڑ مارنے پر کہ ہم احمدیت کو مٹا کر دم لیں گے اپنا نام اے کے احمدی رکھ لیا تھا) کو چھ ماہ کی سزا ہو جائے گی۔ بلکہ ایک مصری احمدی دوست السید علی حسن جب میس میں کھانا کھانے گئے تو بعض مخالف ہیڈ کلرکوں نے انہیں یہاں تک طعنہ دیا کہ کل تمہارے مولوی کو IMSM (تمغہ حسن کارکردگی) ملے گا۔ السید علی حسن بتانے لگے مخالفین یوں طنز یں کر رہے ہیں۔ میں نے ان سے اسی وقت کہہ دیا کہ آپ میس میں جاکر اعلان کر دیں کہ میرا خدا قادر ہے کہ مجھے ان مخالف حالات کے باوجود تمغہ دلا دے۔ اس اعلان پر مخالفین خوب ہنسے کہ جاتو یہ جیل رہا ہے اور خوابیں تمغے کی دیکھ رہا ہے۔ الحاج عبدالکریم احمدی لکھتے ہیں کہ وہ ساری رات میں نے جاگ کر دعاؤں اور نوافل میں گزاری۔ اگلے دن فوجی عدالت میں میری پیشی تھی۔ میں نے جج کے سامنے وہ سارا قصہ جو اصل حقیقت تھا بیان کر دیا۔ جج نے گواہ پیش کرنے کیلئے کہا تو میں نے عرض کیا کہ افسر انچارج کے خلاف کون گواہی دے گا۔ اس پر جج کہنے لگا تو پھر میں تجھے مجرم قرار دیتا ہوں۔ ابھی اس سے آگے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کمپنی کمانڈر جنرل شوٹ کا فون آگیا۔ انہوں نے کہا کہ تم فیصلہ مت سناؤ اور مقدمے کے سارے کاغذات لیکر میرے پاس آجاؤ۔ ادھر خدا نے تو جج کو فیصلہ سنانے سے روک دیا مگر کپتان رائٹ اپنی ناپاک سازش کی کامیابی پر ابھی تک ایسا مطمئن تھا کہ کہنے لگا مسٹر احمدی ہمارا آپس میں اچھا وقت گزر رہا ہے افسوس کہ اب تم جیل میں جا رہے ہو۔ اس پر آناً فاناً میرے منہ سے یہ الفاظ نکلے مسٹر رائٹ تم غلط سمجھے ہو تمہاری حیثیت اس زمین پر ایک مرے ہوئے کیڑے سے زیادہ نہیں۔ جہاں تک میرا سوال ہے تو میرا بھروسہ اپنے خدا پر ہے جو زندہ خدا ہے۔ وہ مجھے ترقی بخشے گا اور تمہیں تنزل کا نشانہ بنائے گا۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہیں تھیں کہ جج کاغذات سمیت واپس پہنچ گیا اور بولا تم دونوں کو جنرل صاحب بلا رہے ہیں۔ جنرل شوٹ نے مجھے عزت سے کرسی پر بٹھایا کہ بریگیڈیئر کُڈ ایک سو روپے زائد الاؤنس پر تمہیں اپنے پاس رکھنے کے لئے طلب کر رہے ہیں۔ انہوں نے بریگیڈ میجر کو بلایا کہ مسٹر احمدی کو ترقی کے آرڈر کے علاوہ ریلوے کا وارنٹ اور اردلی ساتھ دے دو۔ میں نے تو یہ سن کر اپنے اللہ تعالیٰ کا ہزار شکر بجا لایا مگر کپتان رائٹ کے ساتھ کیا ہوا وہ بھی سن لیں۔ جنرل نے ان سے کہا تم رائٹ (یعنی درست) نہیں ہو۔ جج مجھے بتا کر گیا ہے کہ تم نے پادریوں کے کہنے پر مسٹر احمدی کے خلاف جھوٹا مقدمہ کھڑا کیا ہے۔ میں تمہارے سٹاف کے امتحان کو منسوخ کرتا ہوں۔ ماہوار الاؤنس بند کرتا ہوں اور دفتر کی بجائے محاذ پر بھیج رہا ہوں۔ تو یہ تھی اس خدائے ذوالجلال کی قدرت جس نے آن کی آن میں تمام کایا پلٹ کے رکھ دی۔

(از درویشانِ احمدیت جلد دوم)

(مکرم الحاج عبدالکریم احمدی کو تمغہ عطا ہونے کا واقعہ آئندہ کسی شمارے میں شامل اشاعت کیا جائے گا۔)

اشکوں کے چراغ

’’بہت ہی خوب اور تر و تازہ کلام ہے......اس وقت جماعت کے شعراء میں خدا تعالیٰ نے آپ دونوں (چوہدری محمد علی اور عبیداللہ علیم مرحوم۔ناقل) کو جو امتیازی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں وہ دوسرے شعراء خواہ مانیں یا نہ مانیں، مگر میں چونکہ شعراء میں سے نہیں ہوں، میں مانتا ہوں۔اپنی اپنی طرز میں آپ دونوں بعض دفعہ ایسی شان سے اُبھرتے ہیں کہ لکھنے والوں کے قلم ٹوٹ جاتے ہیں۔ اللّٰھم زد و بارک۔‘‘

(اقتباس از مکتوب حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ بنام مکرم چوہدری محمد علی صاحب)

اُترا تھا چاند شہرِ دل و جاں میں ایک بار
اب تک ہیں آنگنوں میں اُجالے پڑے ہوئے

آمادگی کا نور غزل خواں ہے آنکھ میں
فرطِ حیا سے لب پہ ہیں تالے پڑے ہوئے

اشکوں میں ہیں انا کی چٹانیں چھپی ہوئی
جیسے سمندروں میں ہمالے پڑے ہوئے

باہر اٹھا کے پھینک دیے بُت غرور کے
کب سے تھے یہ مکان میں سالے پڑے ہوئے

تجدیدِ عہد کے لئے پڑھتا ہوں بار بار
گھر میں ہیں کچھ پرانے رسالے پڑے ہوئے

☆☆

یہ وہ زمین تھی جو آسماں سے اتری تھی
یہ وہ حوالہ تھا جو بار بار دینا تھا
وہ اک حسین تھا اس عہد کے حسینوں میں
اسے کسی نے تو کافر قرار دینا تھا
وہ برگزیدہ شجر لڑ رہا تھا موسم سے
کہ پھولنا تھا اسے، برگ و بار دینا تھا
ہمیں بھی عہد کے انجام سے تھی دلچسپی
کہ ہم فقیروں کا اس نے ادھار دینا تھا

☆☆

جانتا ہوں دعا کے موسم میں
وہ اکیلا کدھر گیا ہوگا
اس کی آواز کی صداقت پر
لفظ لذّت سے بھر گیا ہوگا

☆☆

ہم ہیں قاری صحیفۂ رُخ کے
ہم ہیں اہلِ کتاب چہروں کے
ہم نے دیکھے ہیں جاگتی آنکھوں
خواب در خواب چہروں کے

☆☆

تیری دنیا دائرہ در دائرہ در دائرہ
دائروں کے دیس میں ہم نے سفر تنہا کیا
تم تو اک پتھر گرا کر مسکرا کر چل دیے
وقت کا ویران سینہ مدتوں گونجا کیا

☆☆

جاگنے والے اشکوں کی آواز نہ سُن
آنکھ کے سورج ڈھلتے ڈھلتے ڈھلتے ہیں
جارہنے کو شہر بھی ہیں ویرانے بھی
اُن کی گلی میں جاؤ تو ہم بھی چلتے ہیں

☆☆

تری محفل میں میری نگہِ گستاخ
جھگڑنے آئی تھی قائل گئی ہے
اسے اس کی شہنشاہی مبارک
مجھے میری فقیری مِل گئی ہے

☆☆

سفر پہ جب بھی نکلتا با وضو ہوکر
نماز پڑھتا ہے لمحہ،اذان بولتا ہے
یہ کون گزرا ہے صحرا پہ منکشف ہوکر
قدم قدم پہ قدموں کا نشان بولتا ہے

☆☆

آسمان اور زمین کا ہے فرق
درد میں اور دردِ پیہم میں
ہجر کی شب ہی وصل کی شب ہے
یعنی رمضان ہے محرّم میں
دمِ عیسیٰ ہے معجزہ کس کا
کس کی پاکیزگی ہے مریم میں

☆☆

افتاں و خیزاں چلے تیری طرف
راستے میں ٹھوکراں بھی کھائیاں
تیری سچائی کی ہیں حلقہ بگوش
سب پرانی اور نئی سچائیاں
کیسی کیسی عزّتوں میں ڈھل گئیں
کیسی کیسی ذلّتیں، رسوائیاں

☆☆

زیرِ لب کہیے، برملا کہیے
کہیے کہیے مجھے برا کہیے
اب تقاضا ہے مصلحت کا یہی
واعظِ شہر کو خدا کہیے
دیکھیے مت قریب سے مجھ کو
دُور سے تکیے، پارسا کہیے

(انتخابِ سُخن از کلام مکرم چوہدری محمد علی صاحب)

☆☆☆☆

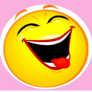

جستہ جستہ

پاکستان کے سانپ (محمد مسیح الدین شاہد، جرمنی)

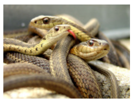

چند روز قبل انٹرنیٹ پر پرانے جریدوں کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ یکدم نظر پروفیسر محمد شریف خان صاحب کے مضمون ''پاکستان کے سانپ'' پر پڑی، سوچا کہ شاید محترم خانصاحب نے اپنے ''مادری مضمون'' (اور اپنے تخصّص، زوالوجی) سے ہٹ کر سیاست پر طبع آزمائی کی ہوگی۔ لیکن جب پورا مضمون پڑھا تو معلوم ہوا کہ دراصل انہوں نے پاکستان کے اُن سانپوں کے بارے میں لکھا ہے جو ڈَنگ مارنے سے پہلے بولتے نہیں (اور نہ ہی مغلّظات بکتے ہیں) وفا کا تقاضا بھی یہی تھا کہ محترم خانصاحب انہی سانپوں کے بارے میں لکھتے (کیونکہ اگر میرا مبلغِ علم درست ہے تو محترم خانصاحب کے بیشتر تعلیمی اعزازات انہی سانپوں اور ان کی برادری کے مرہونِ منّت ہیں)۔ سانپ اپنی جبلّت کے عین مطابق بڑی صفائی کے ساتھ ڈنگ مارتا ہے۔ ڈَنگ مارنا سانپ کی فطرت ہے۔ ڈنگ ماروں یا نہ ماروں کا سوال اس کے سامنے پیدا ہی نہیں ہوتا۔ سوچ کر فیصلہ کرنے کا اختیار صرف حضرتِ انسان کو دیا گیا ہے، کیونکہ وہ اشرف المخلوقات ہے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان اور اہلِ پاکستان پر رحم کرے۔

(نوٹ: مکرم مسیح الدین صاحب کی اس تحریر سے مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی مرحوم کا ہفت روزہ ''بدر'' 29 مئی 1975 میں شائع ہونے والا ایک شذرہ یاد آگیا جو ضیافتِ طبع کے لئے ہدیہ قارئین ہے)

ریڈیو پاکستان کی خبر کے مطابق علماء کی ایک کانفرنس میں طے کیا گیا ہے کہ پاکستانی علماء کے لئے ایک ''ضابطۂ اخلاق'' مرتّب کیا جائے اور اس کے ساتھ ہی علماء پاکستان کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ وہ اپنے اسلوبِ تحریر و بیان کو اس رنگ میں ڈھالیں کہ کسی دوسرے اسلامی فرقے کی دلآزاری نہ ہو۔ بلکہ ہر عالم دوسرے فرقہ کے عقائد پر نکتہ چینی کی بجائے اپنے فرقہ کی خوبیاں بیان کرے۔

جزاک اللہ! یہ طبقۂ علماء واقعی اس امر کا محتاج تھا کہ اسے کسی ضابطۂ اخلاق کا پابند بنایا جائے اور ان میں سے ہر ایک کو یہ حکم دیا جائے کہ وہ خدا اور اس کے رسول کے احکام کی پیروی کو اپنا شعار بنائیں۔ اس وقت اخلاقِ اسلامی کو اُضحوکہ بنا کر احکامِ خداوندی کا مذاق اڑانے والا طبقہ رُوئے زمین پر یہی ہے۔ اسی طبقے نے اجتماعیتِ اسلامی کی جڑوں کو کھوکھلا کیا ہے۔ ہماری رائے میں ہر دینی عالم کہلانے والے کو یہ ناقابلِ ترمیم و تنسیخ حکم دیا جانا چاہیئے کہ سورۃ الفرقان کا آخری رکوع ترجمے سمیت یاد کرے اور روزانہ اپنے حلقہ کے تھانے میں جا کر سنائے۔

رہی بات دوسرے اسلامی فرقوں کی دلآزاری اور نکتہ چینی سے علماء کو روکنے کی، یہ بڑی زیادتی معلوم ہوتی ہے، اگر علماء یہ ''خدمت'' بھی نہ بجالائیں تو پھر اور کریں کیا؟ یہ تو ان کا ذاتی حق ہے، تاہم اگر حکومت پاکستان واقعی خلوصِ دِل کے ساتھ یہ کام کرنا چاہتی ہے تو پھر اسے تجربہ کار سپیروں کی خدمات حاصل کر کے ان علماء کی زہر کی کچلیاں نکلوا دینی چاہئیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیلی مولویوں کو انجیل متی 12:37 میں یوں مخاطب فرمایا:

''اے سانپ کے بچو! تم برے ہو کر کیونکر اچھی باتیں کہہ سکتے ہو؟ کیونکہ جو دِل میں بھرا ہے وہی منہ پر آتا ہے۔ اچھا آدمی اچھے خزانے سے اچھی چیزیں نکالتا ہے اور بُرا آدمی برے خزانے سے بری چیزیں نکالتا ہے۔''

اُمّت سید لولاک سے خوف آتا ہے

افتخار عارف

شہرِ گُل کے خس و خاشاک سے خوف آتا ہے
جس کا وارث ہوں اسی خاک سے خوف آتا ہے
کبھی افلاک سے نالوں کے جواب آتے تھے
اِن دنوں عالمِ افلاک سے خوف آتا ہے
رحمتِ سیّدِ لولاک پہ کامل ایمان
امّتِ سیّدِ لولاک سے خوف آتا ہے

☆☆☆

انہی میں جیتے انہی بستیوں میں مر رہتے
یہ چاہتے تھے مگر کس کے نام پر رہتے
پیمبروں سے زمینیں وفا نہیں کرتیں
ہم ایسے کون خدا تھے کہ اپنے گھر رہتے

☆☆☆

میں جیسے تیسے ٹوٹے پھوٹے لفظ گھڑ کے آ گیا
کہ اب یہ تیرا کام ہے بِگاڑ دے سنوار دے

نئی سوچ اور نئی ایجاد کی مخالفت

ہانیمن 1755 میں پیدا ہوا، اسے زبانیں سیکھنے کا اسقدر شوق تھا کہ 12 سال کی عمر میں نہ صرف 8 زبانوں پر عبور حاصل کر لیا بلکہ یونانی زبان پڑھانی شروع کر دی۔ جرمنی کے شہر لائپسِگ سے میڈیکل کی تعلیم حاصل کی۔ 1779 میں میڈکل ڈاکٹر بن کر ڈریسڈن شہر میں پریکٹس شروع کی۔ ہانیمن غریب مریضوں سے بہت احسان کا سلوک روا رکھتا تھا اسلئے آمد زیادہ نہ تھی۔ چنانچہ اسنے میڈیکل کی پریکٹس کے ساتھ زبانوں کے ترجمے کا کام بھی جاری رکھا۔ میڈیکل ڈاکٹر بننے کے 11 سال بعد ہومیوپیتھی طریقۂ علاج دریافت کیا۔

6 سال تک خود پر اور قریبی عزیزوں کے اوپر تجربے کیئے۔ 1796 میں پہلی بار طبی رسالوں میں اپنے ہومیوپیتھی فلسفہ سے دنیا کو آگاہ کیا تو اُس وقت کے روایتی معالجین نے اس کی سخت مخالفت کی (ملّائیت زدہ تنگ نظر ذہنیت صرف مذہب تک ہی محدود نہیں، یہ ایک مائنڈ سیٹ ہے جو اپنی تنگ نظری کے زہریلے ڈَنگ سے ہر معاشرے کو مبتلائے اذیت کرتا چلا آ رہا ہے) چنانچہ مخالفین کے شدید دباؤ پر حکومت نے اس طریقۂ علاج کو غیر قانونی قرار دیکر اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا فیصلہ کیا۔ چونکہ ہومیوپیتھی آسٹریا میں بھی Ban کی جا چکی تھی اس لئے ہانیمن کو آسٹریا کے شہزادہ کا علاج لائپسِگ بلا کر کرنا پڑا۔ پرنس کو اس علاج سے اتنا فائدہ ہوا کہ اس نے بادشاہ سے کہا کہ اس پابندی کو فوراً ختم کیا جائے۔ ٹھیک ہو جانے کے بعد شہزادہ فوراً شراب نوشی اور عیاشی میں مبتلا ہو کر بیمار پڑ گیا۔ ایلوپیتھک علاج شروع کیا مگر جلد ہی فوت ہو گیا۔ اس کا الزام حکومت نے ہانیمن کے سر تھوپ دیا۔ چنانچہ جگہ جگہ اس کی کتابیں نذرِ آتش کی جانے لگیں۔ ہانیمن کو ملک چھوڑ کر ایک اور ریاست ڈیوک آف کوتھن میں پناہ لینی پڑی۔ اس عرصے میں اس نے مزمن بیماریوں پر گہرا تحقیقی کام کیا۔ پہلی بیوی کی وفات کے بعد 1835 میں ایک فرنچ عورت سے شادی کر کے فرانس آ گیا اور 1843 میں اپنی وفات تک فرانس میں رہ کر ہومیوپیتھی کی پریکٹس کی۔

(ماخوذ از ''ہومیوپیتھی علاج بالمثل'')

کچھ احوال اپنے کالج کا

(مکرم ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب کی تصنیف ''احمدیہ کلچر'' سے ماخوز)

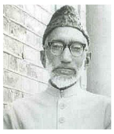

کالج کے بزرگ اساتذہ کا بڑا علمی دبدبہ تھا۔ پروفیسر اخوند عبدالقادر انگریزی کے نامی اساتذہ میں سے تھے۔ پروفیسر میاں عطاء الرحمن کی علمی وجاہت کے آگے بڑے بڑے طبعیات دانوں کا زہرہ آب ہوتا تھا۔ پروفیسر بشارت الرحمن کی عربی دانی اور پروفیسر چوہدری محمد علی کی فلسفہ رانی کے آگے کوئی دم نہیں مارتا تھا۔ کالج کے دو اساتذہ حسن ظہیر اور کنور ادریس اور طلباء میں سے رضا علی سی ایس پی میں چنے گئے اور بڑی نیک نامی پائی۔ طلباء میں سے اکثر سپیریئر سروس میں آئے۔ فنانس، اکاؤنٹس، ٹیکسیشن، ریلوے، پولیس سروس اور فارن سروس میں تو ہمارے شاگرد بھی پہنچے اور سفیر کے مرتبہ تک ترقی پائی۔ کالج کے طلباء میں سے کئی عدلیہ میں سیشن جج کے مرتبہ تک پہنچے اور ہمارا ایک کلاس فیلو یار محمد اسلام بھٹی تو ہائی کورٹ کا جج ہو کر ریٹائر ہوا۔ ہمارے ملک میں امتیاز و تفریق کا دور دورہ نہ ہوتا تو کئی ایسے تھے جو ہائی کورٹ تو کیا سپریم کورٹ تک پہنچتے۔ ابھی پچھلے دنوں کالج کے زمانہ کے ایک دوست بیرسٹر مبشر لطیف یہاں کینیڈا آئے ہوئے تھے۔ اس وقت لاہور ہائی کورٹ میں ان کے شاگردوں کی معتدبہ تعداد ججی کے مناصب پر سرفراز ہے۔ غرض اس کالج کا دائرہ فیضان قومی اور بین الاقوامی حلقوں تک ممتد ہے۔ پولیس میں تو ہمارا ایک شاگرد ماشاء اللہ آئی جی کے مرتبہ تک پہنچا ہوا ہے۔ الحمدللہ۔ اور فوج میں ہمارے شاگرد بریگیڈیر کے رینک میں ہیں۔ اللھم زد فزد۔

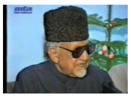

کالج کا وہ مرتبہ تھا کہ بڑے بڑے عالم اساتذہ، افسر، جج، ادیب اور شاعر اس کالج کی دعوت پر کھنچے چلے آتے تھے اور یہاں آنا اپنے لئے باعث افتخار گردانتے تھے۔ اس کالج کی یہ روایت رہی ہے کہ کانووکیشن کیلئے ہمیشہ علمی اور ادبی شخصیتوں کو مدعو کرتا تھا۔ پہلی کانووکیشن جو ربوہ میں ہوئی اس میں میاں افضل حسین وائس چانسلر پنجاب یونی ورسٹی تشریف لائے۔ ان کے ہاتھ میں انگریزی میں لکھا ہوا خطبہ تھا۔ جب پرنسپل صاحب نے کالج کی روایت کے مطابق اردو میں خطبہ استقبالیہ پڑھا تو میاں صاحب نے انگریزی میں چھپا ہوا خطبہ سامنے رکھ لیا مگر خطاب اردو میں فرمایا۔ سننے والوں کو ذرا احساس نہیں ہوا کہ وائس چانسلر کا خطبہ انگریزی میں تھا۔ جب بعد کو وہ خطبہ لوگوں میں انگریزی میں تقسیم ہوا تو لوگ حیرت سے کہنے لگے کہ اتنی جلدی اس خطبہ کا انگریزی ترجمہ کیسے ہو گیا ہے۔ یہ میاں افضل حسین کی وضعداری تھی۔ آخر میاں افضل حسین پنجاب کے ایک نامور علمی سیاسی اور شریف خانوادے کے چشم و چراغ تھے۔ میاں افضل حسین ایک بار پھر فزکس کی پوسٹ گریجوایٹ لیبارٹریز کے افتتاح کیلئے بھی تشریف لائے اور کالج کی قدم بہ قدم ترقی کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا اور خوشنودی کا اظہار کیا۔ لاہور ہائی کورٹ کے دو چیف جسٹس کالج میں آئے۔ جسٹس کیانی اور جسٹس منظور قادر۔ ججوں میں سے جسٹس شیخ بشیر احمد، جسٹس سجاد احمد جان اور جسٹس انوار الحق تشریف لائے۔ وائس چانسلر تو اکثر بیشتر آتے رہے۔ میاں افضل حسین کے علاوہ پروفیسر حمید احمد خان، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، ڈاکٹر زیڈ اے ہاشمی۔ حکام میں سے وزراء، سفراء تو آتے ہی رہے۔ ضلعی اور ڈویژن کی سطح کے حکام جو آج کل ربوہ سے کنی کتراتے ہیں، ایک ادنیٰ سے اشارے پر کالج میں آنے کو تیار رہتے تھے اور اس بات کو اپنے لئے فخر گردانتے تھے کہ ہم نے تعلیم الاسلام کالج میں طلباء کے ساتھ کچھ وقت گزارا ہے۔ یہ 80 کی دہائی کی بات ہے کہ ایک اسسٹنٹ کمشنر سے ہم نے کہا کہ ہمارے ہاں آؤ۔ کہنے لگا آؤں تو سر کے بل مگر لوگ الٹا لٹکا دیں گے۔ (ہم نے دل میں سوچا کہ سر کے بل آنے والے کو لوگ الٹا لٹکائیں گے تو سیدھا ہو جائے گا) میں نے کہا تمہارا جو کمشنر ہے وہ غریب خانہ پر قدم رنجہ فرما چکا ہے، اس کا سر تو سلامت ہے۔ مطلب یہ کہ ذرا ذرا سے حکام ربوہ آنے سے جھجکنے لگے تھے تو اس کا صرف یہ مطلب تھا کہ اب ربوہ اور باہر کی دنیا کے درمیان جو پل کالج کی صورت میں بنا تھا وہ منہدم ہو گیا تھا اور کالج کو قومیانے کا یہی لازمی نتیجہ ہونا تھا۔ باہر کی دنیا میں کالج اور سکول قومیائے گئے تو علم اور طلبائے علم کے مابین مفاہمت کا جو پل تھا وہ ٹوٹ گیا۔ ایک شخص کی انا پرستی نے ساری قوم کو کس طرح افراتفری کی دلدل میں دھکیل دیا۔ بعض اوقات ایک عاقبت نااندیش حاکم کا ایک فیصلہ کس طرح قوموں کو صدیوں پیچھے لے جاتا ہے۔

تعلیم کے میدان میں بھی ہمارے ادارہ کا امتیاز قائم رہا۔ جس سال کالج ربوہ آیا ہے اسی سال منور سعید نے ایف اے کے امتحان میں اوّل پوزیشن حاصل کی تھی۔ دو سال بعد حمید احمد خان نے یہ کام کر دکھایا۔ حالانکہ اسے تو بیالوجی پڑھانے کیلئے کوئی استاد بھی میسر نہیں تھا۔ انجینئرنگ یونی ورسٹی اور میڈیکل کالج میں ہمارے طلباء کی تعداد ہمیشہ ہی معتدبہ رہی۔ ہم نے کالج کی تمام علمی اور عملی روایات کو اُجاگر ہوتے دیکھا۔ آخر اس کالج کا ماٹو بھی تو ''علم و عمل'' ہی تھا۔ اب پتہ نہیں کیا ہوگا؟ علم و عمل تو رہا نہیں۔ ہم کالج کے قومیائے جانے کے بعد 1975ء میں اسی کالج سے جاپان کی اوساکا یونی ورسٹی میں ڈیپوٹیشن پر گئے تھے۔ واپس تو ان لوگوں نے آنے نہیں دیا اور ہمارے ''وزیر شاگرد'' کی ''سرتوڑ'' کوششوں کے باوجود نہیں آنے دیا۔ (سرتوڑ یوں کہ جس شاگرد نے ہمارے بارہ میں یہ حکم جاری فرمایا تھا کہ انہیں ربوہ کالج میں تعینات کر دیا جائے تو اسے اوپر سے جھاڑ پڑی۔ مجھ سے کہنے لگے ''سر! اب آپ اپنی بات پر اصرار نہ کیجئے گا۔ مجھے تو ایسے جھاڑ پڑی ہے کہ ''سر ٹوٹ'' گیا ہے) مگر بات کہہ دینے میں کیا حرج ہے۔ پروفیسر نصیر خان صاحب کہنے لگے کہ ہمیں اس زمانہ کے کالج کے پرنسپل صاحب سے ازرہ خلق ملاقات ضرور کرنی چاہئے۔ ہم گئے۔ دیکھا کہ پرنسپل کی کرسی پر (یعنی اس کرسی پر حضرت مرزا ناصر احمدؒ، قاضی محمد اسلم، چوہدری محمد علی) جیسے پرنسپل بیٹھ چکے تھے، ایک صاحب تشریف فرما ہیں یوں کہ ٹانگیں میز پر رکھی ہیں اور اخبار پڑھ رہے ہیں۔ ہمیں دیکھ کر فرمایا اچھا تو آپ ہیں پروازی صاحب؟ ہم نے اپنے جرم کا اعتراف کیا تو فرمانے لگے مگر آپ کی تو اس کالج میں کوئی جگہ نہیں۔ ہم نے کہا ہم اسی کالج سے گئے تھے اس لئے اصولاً اسی کالج کے پرنسپل سے سلام روستائی کیلئے آئے ہیں۔ کہنے لگے ''وہ کیا ہوتا ہے؟'' ہم نے کہا ''بس ہوتا ہے۔'' قبلہ پرنسپل صاحب نے یہ تک نہیں کہا کہ بیٹھ جایئے۔ ہم اس کرسی کی اتنی رسوائی نہ دیکھ پائے اور سلام کر کے باہر آ گئے۔ باقی جو کچھ آپ نے کہا سنا وہ بے معنی باتیں تھیں اس لئے ہم نے لکھنا بھی مناسب نہیں سمجھیں۔ کچھ دنوں کے بعد ہم سرگودھا بورڈ کے سیکرٹری سے ملنے کیلئے گئے۔ چٹ اندر بھجوائی تو سیکریٹری صاحب لپک کر خود دروازہ تک ہمارے استقبال کو آئے۔ بڑی محبت سے اپنے بچھڑے ہوئے دوست کو اندر لے کر گئے۔ ہم اندر داخل ہوئے تو وہی پرنسپل صاحب بیٹھے تھے۔ بہت حیران ہوئے کہ میں نے تو اس شخص کو بیٹھنے کو بھی نہیں کہا تھا یہ سیکرٹری صاحب اس شخص سے اتنی ملاطفت سے کیوں پیش آ رہے ہیں؟ سیکرٹری صاحب نے جب اپنے مددگار کارکن کو ہمارے لئے اہتمام اور سلیقہ سے چائے لانے کیلئے کہا تو رہ نہ سکے اور سیکرٹری صاحب سے کہہ ہی بیٹھے کہ جناب میں کب سے یہاں بیٹھا ہوں۔ آپ نے مجھے تو پانی تک نہ پوچھا۔ ان کیلئے چائے اور بڑی مفصل لانے کا آرڈر آپ نے دیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

سیکرٹری صاحب ہمارے پرانے دوست تھے انہیں تو آگ لگ گئی کہنے لگے پرنسپل صاحب آپ بورڈ کی میٹنگ کیلئے بورڈ والوں کے مہمان ہیں ڈاکٹر صاحب میرے پرانے اور ذاتی دوست ہیں ہم لوگ ربوہ بھی جائیں تو کبھی کالج والوں کو تکلیف نہیں دیتے ان کے گھر چلے جاتے ہیں جہاں ہمیں وقت بے وقت کھانا بھی میسّر آ جاتا ہے اور چائے بھی مل جاتی ہے۔ اب وہ چار سال کے بعد میرے پاس مجھے ملنے آئے ہیں تو میں انکی اتنی بھی خاطر داری نہ کروں؟ ☆☆

خونِ جگر سے اُس کے سجائیں گے بام و در

(پروفیسر راجہ نصراللہ خان)

حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی قیادت میں جماعت احمدیہ نے تعمیر پاکستان کے مختلف مراحل میں نہایت ہی بے نفسی اور جانفشانی سے کام کیا۔ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد اس کی ترقی اور مختلف مسائل کے حل کے لئے مشاہیر جماعت نے شاندار اور تاریخی خدمات انجام دیں، جن کا اعتراف انصاف پسند اور اہلِ علم و دانش طبقے تسلسل سے کرتے آرہے ہیں۔ آیئے کچھ تفصیل دیکھتے ہیں:

☆

’’میں آپ کی اُن خدمات کی وجہ سے جو آپ نے کئی دہائیوں کے عرصے میں پاکستانی عوام اور عالمی برادری کے لئے نہایت ہی بے لوث طریقے سے انجام دی ہیں گہرے تشکر اور تحسین کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ 1931 میں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے آپ نے پاکستان کے حصول کے لیے نہایت ہی نمایاں کردار ادا کیا۔ مملکت خداداد کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد ابتدائی سات سالوں میں وزیر خارجہ پاکستان کی حیثیت سے آپ نے پاکستان کو ایسی ریاست کے طور پر مستحکم کرنے میں مدد دی جس کو بیرونی دنیا میں باعزت مقام حاصل ہوگیا، جس کے موقف کو بین الاقوامی سطح پر اہمیت دی جانے لگی۔ آپ کو مختلف حیثیتوں میں عالمی برادری اور اقوام متحدہ میں جو تکریم ملی ہے اس پر ہم سب کو فخر ہے۔‘‘

(پریذیڈنٹ بھٹو کی جانب سے سر محمد ظفراللہ خان کو زبردست خراجِ تحسین، پاکستان ٹائمز 18/3/73)

☆

شعبہ اقتصادیات و معاشیات کسی بھی ملک کے انفراسٹرکچر کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور کسی بھی ملک اور قوم کی ترقی مضبوط اقتصادیات کے بغیر ممکن نہیں۔ پاکستان کو سن ساٹھ کی دہائی میں ایک نہایت ہی قابل، محنتی اور کامیاب ماہرِ اقتصادیات جناب ایم ایم احمد کی شخصیت میں ملا۔ آپ صدر ایوب کے دور میں ڈپٹی چیئرمین پلاننگ کمیشن مقرر ہوئے جبکہ کمیشن کے چیئرمین صدر ایوب خان خود تھے۔ صدر یحییٰ خان کے زمانے میں وہ صدر پاکستان کے اقتصادی مشیر مقرر ہوئے۔ زاہد ملک کو ہفت روزہ حرمت کیلئے انٹرویو دیتے ہوئے آپ نے کہا:

’’فیلڈ مارشل ایوب خان مجھے کہنے لگے کہ اگر کوئی شخص چیخ چیخ کر سو دفعہ کہے کہ یہ جو احمدی ہیں یہ ملک کے خلاف ہیں تو میں اس پر ایک سیکنڈ کے لیے بھی یقین نہیں کروں گا۔ 1965 کی جنگ کے دوران میں نے ایک بہت ہی خطرناک مشن پر بھیجنے کے لئے دس آدمیوں کو بلایا اور کہا کہ جس مشن پر آپ کو بھیجا جا رہا ہے وہ اتنا خطرناک ہے کہ اس میں زندہ بچ کر واپس آنے کا امکان صرف دس فیصد ہے۔ جبکہ نوے فیصد امکان یہی ہے کہ وہ واپس نہیں آئیں گے۔ تو پہلا آدمی جس نے اثبات میں فوراً ہاتھ اٹھایا وہ احمدی تھا۔‘‘

س: کون صاحب تھے وہ؟

ج: منیب نام تھا اس شخص کا۔ وہ پائلٹ تھا، تو ایوب خان کہنے لگے کہ ایسی صورتِ حال میں میں کیسے یقین کرلوں کہ احمدی ملک کے دشمن ہیں۔ اسی 1965 کی جنگ میں بہت سے احمدیوں نے اپنی جانیں دیں۔ الزامات کا کیا ہے وہ تو لوگ لگاتے ہی رہتے ہیں۔ کبھی کسی کا ایجنٹ بنا دیتے ہیں کبھی کسی کا۔ لیکن احمدیوں نے ہمیشہ ملک کے لئے قربانیاں دیں۔

☆

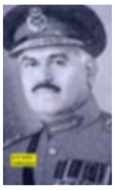

1965 کی جنگ کے تذکرے کے دوران بھٹو صاحب نے جنرل اختر ملک کی بیحد تعریف کی کہنے لگے جنرل اختر ملک کو کشمیر کے چھمب جوڑیاں محاذ پر نہ روک دیا جاتا تو وہ دشمن ملک کی افواج کو تہس نہس کر دیتے۔ اختر ملک ایک باکمال جنرل تھا۔ وہ ایک اعلیٰ درجے کا سالار تھا۔ وہ بڑا بہادر اور دل گردے کا مالک تھا اور فنِ سپاہ گری کو خوب سمجھتا تھا۔ اس جیسا جنرل پاکستانی فوج نے ابھی تک پیدا نہیں کیا۔

(’’بھٹو کے آخری 323 دن‘‘ از کرنل ریٹائرڈ رفیع الدین)

☆

ڈاکٹر سلام نے عالمِ اسلام کا کوئی لیڈر نہیں چھوڑا جس کو خطوط نہ لکھے ہوں اور اس کو پروچ نہ کیا ہو کہ خدا کے لئے آپ علم اور سائنس کے فروغ کے لئے اقدامات کریں۔ پاکستان کو خط لکھے، کویت اور سعودی عرب کو خط لکھے۔ کبھی خود بھی گئے۔ انہوں نے کوئی اسلامی ملک نہیں چھوڑا جس کو نہ لکھا ہو۔ ایک دفعہ انہوں نے مجھے کہا کہ یار یہ جو میں خط لکھتا رہتا ہوں اس کا کوئی فائدہ بھی ہے؟ تو میں نے ان سے کہا کہ آپ نے سائنسی ترقی کے متعلق بنیادی نکات واضح کر دیے ہیں اب جس نے بھی اقدامات کرنے ہیں اس کو آپ کی چیزیں سامنے رکھنی پڑیں گی۔

(انٹرویو ڈاکٹر مجاہد کامران، ماہنامہ خالد صفحہ 140)

☆

بہت کم پاکستانیوں نے پروفیسر عبدالسلام کی طرح پاکستان کا وقار بڑھایا ہے۔ وہ نہ صرف پاکستان کے سب سے بڑے سائنسدان تھے بلکہ شاید اس صدی کے دوران مسلم ممالک میں پیدا ہونے والے عظیم ترین سائنسدان بھی تھے۔

(حوالہ منیر احمد سابق چیئرمین پاکستان اٹامک انرجی کمیشن بحوالہ روزنامہ آجکل)

(ماخوذ از ’’حاصل شام و سحر‘‘ مصنف محمد نصراللہ راجا)

1969 کی کانووکیشن کے موقع پر تعلیم الاسلام کالج کے گریجویٹس کا مہمان خصوصی صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کیساتھ گروپ فوٹو

(بائیں سے دائیں) طاہر باجوہ، امیر احمد پیرکوٹی، حبیب الرحمن ساحر، پرنسپل قاضی محمد اسلم صاحب، صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب، ؟، ؟، مبشر سولنگی، معین شاہ، نور محمد، ملک خالد مسعود، عبدالحئی بشارت، محمود خالد، وسیم چوہدری، شفقت ڈھلوں، شاہد سعدی، مجید طاہر، منور باجوہ، مسرور باجوہ، ملک مسعود، خالد، مبرور بھٹی، آصف علی پرویز، مخدوم شاہد تواب، مبارک طاہر، سلام چیمہ و دیگر طلبہ

ذرّوں کی کہانی - آصف کی زبانی

کوارک کے مزے

(آصف علی پرویز)

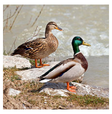

آصف: یہ آپ کیا بطخ کی آواز میں کواک کواک کر رہے ہیں!

دوست: آپ نے آج کی گفتگو کا موضوع ہی ایسا رکھا ہے کہ مجھے اپنی پالتو بطخیں یاد آ گئیں۔ ہاں! تو کیا آپ بطخ پکانے کا کوئی نیا پکوان سکھائیں گے۔

آصف: میں سائنس کا طالب علم ہوں بھلا کھانے پکانے سے میرا کیا تعلق!

دوست: مجھے تو آپ کی بات سے پروفیسر عبدالسلام صاحب مرحوم کی پلاؤ پکانے کی بات یاد آ گئی۔

آصف: پروفیسر عبدالسلام صاحب اور پلاؤ! یہ کیا قصہ ہے؟

دوست: یہ واقعہ کتاب ''عالمی شہرت یافتہ سائنسدان عبدالسلام'' (جو ان کے بھائی محترم چوہدری عبد الحمید صاحب مرحوم نے لکھی ہے) کے صفحہ ۹۵ پر یوں تحریر ہے:

''ایک مرتبہ میں (عبدالحمید چودھری) کیمبرج گیا۔ ان دنوں ہماری بھابھی صاحبہ پاکستان گئی ہوئی تھیں۔ دوسری صبح ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد بھائی جان (پروفیسر عبدالسلام صاحب) نے فرمایا کہ ''اج میں پلا پکاواں گا'' (آج میں پلاؤ پکاؤں گا) یہ بات سن کر مجھے قدرے حیرانگی ہوئی کیونکہ میں نے انہیں باورچی خانہ میں کبھی بھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے حیرت سے ان سے دریافت کیا کہ کیا انہیں پلاؤ پکانا آتا ہے؟ تو فرمانے لگے کہ ''ایہہ کی مشکل اے'' (یہ کیا مشکل ہے) کچھ دیر بعد میں اپنے کسی کام سے شہر چلا گیا۔ جب گھر واپس آیا تو پلاؤ تیار تھا اور بھائی جان نے نعرہ لگایا: ''آؤ میاں پلاؤ کھاؤ'' چنانچہ میں کھانے والی میز پر بیٹھ گیا۔ انہوں نے دیگچی میں سے کچھ عجیب و غریب چیز نکال کر پلیٹوں میں ڈالی جو یقیناً پلاؤ نہیں تھا بلکہ ''بھپا'' سا تھا جب میں نے اس کا لقمہ لگایا تو وہ چیز کھانہ سکا۔ بھائی جان میری طرف دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے مسکرا کر کہا: ''کھاؤ! میاں بہت اچھا ہے۔'' میں نے عرض کیا کہ یہ مجھ سے تو نہیں کھایا جائے گا۔ اس لیے میں تو کسی ریسٹورنٹ میں جا کر کھانا کھاؤں گا۔ پہلے تو وہ یہی کہتے رہے کہ بہت اچھا ہے کھاؤ۔ بعد میں کہنے لگے ''اچھا میں بھی تمہارے ساتھ ریسٹورنٹ چلتا ہوں۔ چنانچہ ہم دونوں گھر کے قریب ہی تاج محل ریسٹورنٹ میں چلے گئے۔ وہاں کھانے کے دوران میں نے ان سے پوچھا کہ انہوں نے چاولوں میں کیا کچھ ڈالا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ جو مصالحہ ان کے ہاتھ میں آتا گیا وہ اسے دیگچی میں ڈالتے گئے۔ سب سے آخر میں جو چیز انہوں نے دیگچی میں ڈالی، اسے انہوں نے چکھا تھا۔ وہ امچور تھی۔ بھائی جان کے اس پلاؤ کو میں ساری عمر بھلا نہیں ہو سکا۔ سچ ہے ''جس کا کام اسی کو ساجے اور کرے تو ڈنکا باجے''

آصف: یہ تو آپ نے بڑا دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے۔

دوست: اچھا! اب ذرّوں کی بات کی طرف واپس چلیں۔ یہ بتائیں کہ ذرّوں کی کہانی کب سے شروع ہوتی ہے اور ذرّوں کے جدِ امجد کون ہیں؟

آصف: ذرّوں کی کہانی تخلیق کائنات سے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ اس لحاظ سے میں کہہ سکتا ہوں کہ نور کا ذرہ Photon ہی تمام ذرّوں کا جدِ امجد ہے کیونکہ روشنی (جس کو بعض اوقات سائنسی زبان میں طاقت یعنی Energy کہا جاتا ہے) سے کائنات کا آغاز ہوا۔

ہاں یہ آپ کیا گنگنا رہے ہیں؟

دوست: میں دراصل حضرت مسیح موعودؑ کے شعر پڑھ رہا ہوں۔

آصف: ذرا ہمیں بھی تو یہ اشعار سنائیے۔

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا	بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا
چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہو گیا	کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا
ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف	جس طرف دیکھیں وہی راہ ہے ترے دیدار کا
چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں	ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا
کیا عجب تو نے ہر اک ذرہ میں رکھے ہیں خواص	کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

(سرمہ چشم آریہ صفحہ مطبوعہ ۱۸۸۶ء)

آصف: ماشاءاللہ۔ اللہ تعالیٰ کی حمد کا کیا اعلیٰ انداز ہے اور سائنسی حقائق سے بھرپور!

دوست: کبھی آپ سائنس کی عینک اُتار کر بھی چیزوں کو دیکھا کیجئے!

آصف: اگر آپ اس نظم کے ایک ایک شعر پر غور کریں تو آپ کو حمد باری تعالیٰ کے مضامین پھوٹتے نظر آئیں گے۔ جب میں مناسب موقعہ پر ستاروں، سورج، زمین اور چاند کی تخلیق کا تفصیلی ذکر کروں گا تب آپ کو احساس ہوگا کہ ان اشعار میں کن گہرے مضامین کا تذکرہ ہے۔

دوست: آپ کی یہ بات یقیناً صحیح ہے اب ذرا آخری شعر کو ہی دیکھیں کہ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ذرّوں کے بارے میں فرمایا ہے اور آپ کے ذرّوں کی کہانی کے مضامین کو پڑھ کر اور آپ سے باتیں کر کے مجھے بھی ذرّوں کی اہمیت کا شدت سے احساس ہوا ہے۔ لیکن کیا یہ سب ذرے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں دریافت ہو چکے تھے۔ یہ نظم ۱۸۸۶ء میں شائع ہوئی۔

آصف: نہیں بالکل نہیں۔ آپ کے زمانے میں تو شاید عام لوگ ذرّوں کو محاورے کے طور پر ''خاک کے ذرے'' ہی سمجھتے ہوں گے۔

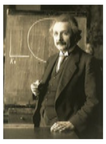

روشنی کا ذرہ آئن سٹائن نے حسابی انداز میں ۱۹۰۶ء میں دریافت کیا۔ الیکٹران اور پروٹان کی دریافت بھی تجرباتی انداز میں اسی وقت ہوئی اور نیوٹران تو ۱۹۳۲ء میں دریافت ہوا اور Higgs Boson تو پچھلے سال ہی تجرباتی طور پر ڈھونڈا گیا۔

دوست: میں حضرت مسیح موعودؑ کے دوسرے مصرعے پر غور کر رہا ہوں جس میں حضورؑ نے یہ چیلنج دیا ہے کہ کون ہے جو ان ذرّوں کے کل اسرار و رموز کو پڑھ سکتا ہے۔

آصف: واقعی یہ بہت ہی اعلیٰ کلام ہے۔ اگر کوئی سائنسدان سچے دل سے صرف اسی شعر پر غور کرے تو اسے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی دلیل مل جانی چاہئے۔ کیا کوئی انسان اپنے ذاتی علم پر ایسا دعویٰ کر سکتا ہے؟

دوست: واقعی سعید فطرت کیلئے تو یہی دلیل کافی ہے۔

آصف: دراصل میرے ان مضامین اور آپ سے گفتگو کا اصل مقصد ہی یہی ہے کہ قرآن مجید کے سائنسی حقائق عام دوستوں کی خدمت میں سادہ انداز میں پیش کئے جائیں۔

دوست: یہ تو بہت اچھی بات ہے ورنہ اکثر سائنسی علوم سے تعلق رکھنے والے سائنس دان بظاہر خدا کے منکر ہی نظر آتے ہیں۔

آصف: اس کی شاید ایک وجہ یہ ہے کہ اکثر سائنسدانوں کا تعلق مغرب سے ہے جو بالعموم عیسائی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ اب عیسائیوں کے موجودہ عقائد اتنے غیر سائنسی ہیں کہ شاید ان کی وجہ سے سائنسدان خدا کے بھی منکر ہو رہے ہیں۔

دوست: یہ تو مجھے بھی علم ہے کہ عیسائیت کے موجودہ عقائد اصل تعلیم سے ہٹ کر ہیں لیکن یہ کہنا کہ وہ ''غیر سائنسی ہیں'' میں نے پہلی مرتبہ سنا ہے۔ ذرا وضاحت کیجئے۔

آصف: اب دیکھئے یہ تثلیث کا عقیدہ بنیادی حسابی اصول کے خلاف ہے ان کا یہ عقیدہ کہ ایک میں تین اور تین میں ایک یعنی عقیدہ تثلیث حسابی طور پر ہو ہی نہیں سکتا۔ 1+1+1=3 تو پھر یہ بیک وقت ایک بھی ہے اور تین بھی کیسے ہو سکتا ہے۔ پھر کفارہ کو ہی لیں۔ یہ تو نیوٹن کے حرکت کے تیسرے قانون کی خلاف ورزی ہے۔

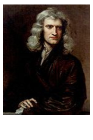

دوست: واہ! وہ کیسے!

آصف: نیوٹن کا حرکت کا تیسرا قانون کہتا ہے کہ ہر عمل کا ایک برابر لیکن الٹ ردعمل ہے۔ (Every action has an equal but opposite reaction) یہی اصول ہے کہ جس کی بنیاد پر ہم چلتے ہیں۔ یعنی میں اپنے پاؤں سے زمین کو پیچھے کی طرف دھکا دیتا ہوں اور زمین مجھے آگے دھکا دیکر چلاتی ہے اب کیا ممکن ہے کہ زمین کو تو میں اپنے پاؤں سے دھکا دوں اور چل آپ پڑیں!

دوست: واقعی یہ بات تو صحیح ہے۔ اب گناہ ایک عیسائی کرے اور اس کا کفارہ حضرت عیسیٰؑ دیں۔

آصف: پھر ''رفع عیسیٰؑ'' کو ہی لیں۔ سائنس کی رو سے انسان مخصوص لباس پہن کر راکٹ میں بیٹھ کر زمین کے مدار سے باہر جا سکتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں تو ابھی راکٹ ٹیکنالوجی ایجاد ہی نہیں ہوئی تھی۔ پھر وہ کیسے زمین کے مدار سے باہر چلے گئے!

دوست: لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا وجود طاقت (Energy) میں بدل گیا ہو جیسا ایٹم بم میں ہوتا ہے اور پھر (Energy) کی حالت میں وہ کہیں بھی جا سکتے ہیں۔

آصف: یہ بات بھی سائنسی طور پر بے معنی ہے۔ کیا آپ کو اندازہ ہے کہ اگر فرض محال حضرت عیسیٰؑ کا جسم طاقت میں تبدیل ہو جاتا تو آئن سٹائن کے مشہور فارمولا (طاقت = کمیت x روشنی کی رفتار x روشنی کی رفتار) کے تحت اتنی زیادہ طاقت پیدا ہوتی کہ اس علاقے میں شاید ہی کوئی انسان زندہ بچ سکتا اور بے شمار انسان ہلاک ہو جاتے جیسے جاپان کے شہر ہیروشیما اور ناگا ساکی میں ایک نسبتاً بہت ہی کم طاقت کے ایٹم بم سے ہلاک ہوئے تھے۔

دوست: اب میں آپ کی بات خوب سمجھ گیا ہوں کہ اگر قرآن شریف کے سائنسی حقائق ان سائنسدانوں تک کسی طرح سے پہنچ جائیں تو انہیں قرآن مجید اور اسلام کی حقانیت سے پوری طرح آگاہی ہو سکے۔

آصف: مجھے جب بھی جامعہ احمدیہ انگلستان کے طلباء کو خطاب کرنے کا موقعہ ملتا ہے تو میں انہیں قرآن مجید کے سائنسی حقائق سے آگاہ کرتا ہوں تاکہ وہ انہیں دوران تبلیغ عمدگی سے مغرب میں پڑھے لکھے لوگوں کے سامنے پیش کر سکیں۔

دوست: اب تو میں بھی ان باتوں کو اپنے زیر تبلیغ دوستوں کے سامنے پیش کیا کروں گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **العلم العلمان علم الادیان وعلم الابدان**۔ کہ دو ہی علم ہیں ایک علم دین اور دوسرا علم البدن یعنی سائنس کا علم

آصف: یہ نہایت ہی اعلیٰ بات ہے۔ میری رائے میں علم دین خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور سائنس خدا تعالیٰ کا فعل۔ گویا سچا علم خدا تعالیٰ کے قول اور فعل کا ہی نام ہے۔

دوست: میں آپ کو ایک راز کی بات بتاؤں وہ یہ کہ آپ سے باتیں کر کے اب مجھے بھی سائنس میں دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ ورنہ آپ تو جانتے ہیں کہ طالبعلمی کے زمانہ میں میں سائنس سے یوں بھاگتا تھا جیسے "کوا غلیلے سے"

آصف: مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے کیونکہ میرے ان مضامین کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ وہ دوست جنہوں نے سائنس نہیں پڑھی وہ بھی خدا تعالیٰ کی مہین در مہین تخلیق کو سمجھ سکیں۔ اچھا! تو اب آگے چلنے سے پہلے ذرا آپ کا امتحان نہ لے لیں یہ بتائیں اب تک ہم نے کن ذروں کا ذکر کیا ہے؟

دوست: آپ کی استادوں والی عادت نہیں گئی! لیکن میں بھی ایک اچھا شاگرد ہوں۔ لیجئے میں بتاتا ہوں:
(۱) روشنی کا ذرہ: فوٹان (Photon) (۲) بجلی کا ذرہ: الیکٹران (Electron) (۳) کشش ثقل کا ذرہ: گریویٹان (Gravition) (۴) کمزور طاقت کے ذرے: W اور Z بوسان (W & Z Boson) (۵) مضبوط طاقت کا ذرہ: گلوآن (Gluon) (۶) مرکزے کے اندر: پروٹان و نیوٹران (Proton Neutron) (۷) کائنات کی تخلیق میں اہم ذرہ: نیوٹرینو (Neutrino) (۸) کمیت پیدا کرنے والا ذرہ: HiggsBoson (۹) مرکز کو قائم رکھنے والا ذرہ: پائیون (Pion)

آصف: ماشاءاللہ! آپ نے تو ذروں کو خوب یاد رکھا ہے۔

دوست: یہ بتائیے کہ ذروں کے خاندان کو کس طرح سے بیان کیا جا سکتا ہے؟

آصف: سائنسدان ان کو کئی طرح سے تقسیم کرتے ہیں مثلاً وزن کے لحاظ سے جیسے۔
۱۔ بھاری ذرے (Hydrons) ان میں پروٹان، نیوٹران وغیرہ شامل ہیں۔
۲۔ ہلکے ذرے (Leptons) اس میں نسبتاً ہلکے ذرے شامل ہیں جیسے نیوٹران، الیکٹران وغیرہ۔
اس کے علاوہ وہ ذرے بھی ہیں جو وزن تو نہیں رکھتے لیکن وہ طاقت کے اظہار کی نمائندگی کرتے ہیں۔ جیسے گلوآن، فوٹان، ڈبلیو بوسان وغیرہ۔

دوست: یہ بتائیں کہ کوارک (Quark) ذرے کیا ہیں جو کہ آج کی گفتگو کا موضوع ہے:

آصف: کوارک وہ بنیادی ذرے ہیں جن سے مادہ Matter بنتا ہے۔ چھ قسم کے کوارک ذرات ہیں جن کے نام یہ ہیں:
(۱) اوپر کوارک (Up Quark) (۲) نیچے کوارک (Down Quark) (۳) اجنبی کوارک (Strange Quark) (۴) چارم کوارک (Charm Quark) (۵) ٹاپ کوارک (Top Quark) (۶) باٹم کوارک (Botom Quark)

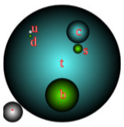

ان چھ ذروں کو ہم کوارک کے Flavors کہتے ہیں۔

آصف: اس کی تفصیل تو بڑی پیچیدہ ہے لیکن سادہ الفاظ میں اتنا کہنا ہی مناسب ہے کہ ان ذرات کے وزن اور ان پر بجلی کی مقدار یعنی چارج (Charge) کا فرق ہے۔ یہاں یہ کہنا بھی مناسب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قرآنی ارشاد کے مطابق کہ **وخلقنکم ازواجاً** (سورۃ النساء آیت ۴)
ترجمہ: ہم نے تمہیں عین جوڑوں کی صورت میں پیدا کیا ہے۔
ہر چھ کوارک کے اینٹی کوارک (Anti quark) بھی ہیں جو بالآخر اینٹی میٹر (Anti Matter) کی تخلیق میں ایک نمایاں حصہ لیتے ہیں۔

دوست: آپ نے ہمیں بتایا ہے کہ ایٹم کے مرکز میں پروٹان اور نیوٹران ہوتے ہیں۔ کوارک کا ان سے کیا تعلق ہے؟

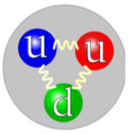

آصف: یہ امر واقعہ ہے کہ پروٹان اور نیوٹران کوارک کے ہی مرہون منت ہیں۔ سادہ الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ پروٹان دو Up Quark اور ایک Down Quark سے بنتا ہے جبکہ نیوٹران دو Down Quark اور ایک Up Quark سے بنتا ہے۔

دوست: آپ نے ایک دفعہ نیوٹرینو (Neutrino) کا بھی ذکر کیا تھا۔ کیا اس کی بھی کئی قسمیں ہیں؟

آصف: نیوٹرینو تین قسم کے ہیں جنہیں الیکٹران نیوٹرینو (Electron Neutrino) میوآن نیوٹرینو (Muon Neutrino) اور ٹاؤ نیوٹرینو (Tau Neutrino) کے نام سے جانا جاتا ہے۔

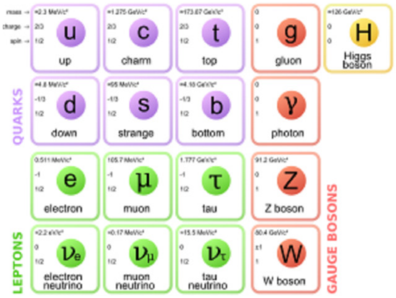

ان تمام ذرات کو ایک چارٹ میں منسلک کیا گیا ہے۔ جو میں یہاں دکھا رہا ہوں۔

دوست: یہ بات تو اب پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتی جا رہی ہے لیکن ایک بات جو میں نے محسوس کی ہے کہ خدا تعالیٰ نے ذروں کا انتہائی زبردست نظام پیدا فرمایا ہے اور پھر ان ذرات کی مدد سے تمام کائنات کا نہایت ہی مربوط نظام پیدا کیا ہے۔

آصف: آپ کی بات بالکل صحیح ہے۔ خلاق العلیم خدا نے عظیم الشان طریق سے ذروں کا نظام جاری فرمایا ہے جس کو سائنسدان کچھ حد تک سمجھنے کے قابل ہو رہے ہیں۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ جوں جوں ذرات کا علم بڑھتا جاتا ہے اس سے سائنس دانوں پر خالق کائنات کی حقانیت ظاہر ہوتی جا رہی ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ انشاءاللہ ذرات کا علم بالآخر سعید فطرت سائنس دانوں کو خدا پر ایمان لانے میں ممد ثابت ہوگا۔

دوست: پروفیسر عبدالسلام صاحب مرحوم نے بھی تو ذروں پر بہت تحقیق کی ہے اور بالآخر نوبل انعام حاصل کرنے کا اعزاز پایا۔

آصف: پروفیسر عبدالسلام صاحب نے سائنس کی دنیا میں گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ یہ امر واقعہ ہے کہ آپ کی کئی تحقیقات اس اعلیٰ معیار کی ہیں کہ ان پر بھی انہیں نوبل انعام سے نوازا جاتا۔

دوست: کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم ان تحقیقات کے بارے میں گفتگو کریں تاکہ ہمارے قارئین کو علم ہو سکے کہ آپ کیسے غیر معمولی سائنسدان تھے۔

آصف: میرے لئے یہ بہت بڑا اعزاز ہوگا لیکن اس کے لئے ہمیں کئی دفعہ مل بیٹھنا ہوگا۔

دوست: انشاءاللہ آپ مجھے ہمیشہ ہمہ تن گوش پائیں گے۔

آصف: اور اسی گفتگو کے دوران کئی اور ذروں کا تعارف بھی ہو جائے گا۔

دوست: اب میں ذروں کے ذکر سے گھبرانے والا نہیں۔ کیونکہ مجھے احساس ہوتا جا رہا ہے کہ ذرے اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا ایک اہم حصہ ہیں۔ ☆☆